خطبہ

سلامتی کا راستہ

[یہ خطبہ ریاست کپور تھلہ میں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے ایک مشترک اجتماع کے سامنے عرض کیا گیا تھا]

ہستی باری

صاحبو! اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ بازار میں ایک دوکان ایسی ہے جس کا کوئی دوکاندار نہیں ہے، نہ کوئی اس میں مال لانے والا ہے نہ بیچنے والا اور نہ کوئی اسکی رکھوالی کرتا ہے، دوکان خود بخود چل رہی ہے، خود بخود اس میں مال آجاتا ہے اور خود بخود خریداروں کے ہاتھ فروخت ہوجاتا ہے، تو کیا آپ اس شخص کی بات مان لینگے؟ کیا آپ تسلیم کر لینگے کہ کسی دوکان میں مال لانے والے کے بغیر خود بخود بھی مال آسکتا ہے، مال بیچنے والے کے بغیر خود بخود فروخت بھی ہوسکتا ہے، حفاظت کرنے والے کے بغیر خود بخود چوری اور لوٹ سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے؟ اپنے دل سے پوچھیے، ایسی بات آپ کبھی مان سکتے ہیں؟ جسکے ہوش حواس ٹھکانے سے ہوں کیا اسکی عقل میں یہ بات کبھی آسکتی ہے کہ کوئی دوکان دنیا میں ایسی بھی ہوگی؟

فرض کیجیے، ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ اس شہر میں ایک کارخانہ ہے جس کا نہ کوئی مالک ہے، نہ انجنیر، نہ مستری، سارا کارخانہ خود بخود قائم ہوگیا ہے، ساری مشینیں خود ہی بن بھی گئیں، خود ہی سارے پرزے اپنی اپنی جگہ لگ بھی گئے، خود ہی سب مشینیں چل بھی رہی ہیں، اور خود ہی ان میں سے عجیب عجیب چیزیں بن بن کر نکل بھی رہی ہیں۔ سچ بتلائیے، جو شخص آپ سے یہ بات کہے گا، آپ حیرت

سے اس کا منہ نہ تکنے لگینگے؟ آپکو یہ شبہ نہ ہوگا کہ اس کا دماغ کہیں خراب تو نہیں ہو گیا ہے؟ کیا ایک پاگل کے سوا ایسی بیہودہ بات کوئی کہہ سکتا ہے؟

دور کی مثالوں کو چھوڑیے۔ یہ بجلی کا بلب جو آپ کے سامنے جل رہا ہے، کیا کسی کے کہنے سے آپ یہ مان سکتے ہیں کہ روشنی اس بلب میں آپ سے آپ پیدا ہو جاتی ہے؟ یہ کرسی جو آپ کے سامنے رکھی ہے، کیا کسی بڑے سے بڑے فاضل فلسفی کے کہنے سے بھی آپ یہ باور کر سکتے ہیں کہ یہ خود بخود بن گئی ہے؟ یہ کپڑے جو آپ پہنے ہوئے ہیں، کیا کسی علامۂ دہر کے کہنے سے بھی آپ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جائینگے کہ ان کو کسی نے بُنا نہیں ہے، یہ خود ہی بُن گئے ہیں؟ یہ گھر جو آپ کے سامنے کھڑے ہیں، اگر تمام دنیا کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر مل کر بھی آپ کو یقین دلانا چاہیں کہ ان گھروں کو کسی نے نہیں بنایا ہے بلکہ یہ خود بن گئے ہیں، تو کیا اُن کے یقین دلانے سے آپ کو ایسی لغویات پر یقین آجائیگا؟

یہ چند مثالیں آپ کے سامنے کی ہیں۔ رات دن جن چیزوں کو آپ دیکھتے ہیں انہی میں سے چند ایک میں نے بیان کی ہیں۔ اب غور کیجیے، ایک معمولی دوکان کے متعلق جب آپ کی عقل یہ نہیں مان سکتی کہ وہ کسی دوکان دار کے بغیر قائم ہو گی اور چلتی رہیگی تو اتنی بڑی دنیا کے متعلق کس طرح آپ کی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ وہ کسی قائم کرنے والے کے بغیر قائم ہو گئی اور کسی چلانے والے کے بغیر چل رہی ہے؟ جب ایک ذرا سے کارخانے کے متعلق آپ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے کہ وہ کسی بنانے والے کے بغیر بن جائیگا اور کسی چلانے والے کے بغیر چلتا رہیگا تو یہ زمین و آسمان کا زبردست کارخانہ جو آپ کے سامنے چل رہا ہے، جس میں چاند اور سورج اور بڑے بڑے ستارے گھڑی کے پرزوں کی طرح حرکت کر رہے ہیں، جس میں سمندروں سے بھاپیں اٹھتی ہیں، بھاپوں سے بادل بنتے ہیں، بادلوں کو ہوائیں اڑا کر زمین کے کونے کونے میں پھیلاتی ہیں، پھر ان کو مناسب وقت پر ٹھنڈک پہنچا کر دوبارہ بھاپ سے پانی بنایا جاتا ہے، پھر وہ پانی بارش کے قطروں کی صورت میں زمین پر گرایا جاتا ہے، پھر اس بارش

کی بدولت مردہ زمین کے پیٹ سے طرح طرح کے لہلہاتے ہوئے درخت نکالے جاتے ہیں، قسم قسم کے غلّے، رنگ برنگ کے پھل اور وضع وضع کے پھول پیدا کیے جاتے ہیں، اس کارخانے کے متعلق آپ یہ کیسے مان سکتے ہیں کہ یہ سب کچھ کسی بنانے والے کے بغیر خود بن گیا اور کسی چلانے والے کے بغیر خود چل رہا ہے؟ ایک ذرا سی کرسی ایک گز بھر کپڑے، ایک چھوٹی سی دیوار کے متعلق کوئی کہہ دے کہ یہ چیزیں خود بنی ہیں تو آپ فوراً فیصلہ کر دینگے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے، پھر بھلا اُس شخص کے دماغ کی خرابی میں کیا شک ہو سکتا ہے جو کہتا ہے کہ زمین خود بن گئی، جانور خود پیدا ہو گئے، انسان جیسی حیرت انگیز چیز آپ سے آپ بن کر کھڑی ہو گئی؟

آدمی کا جسم جن اجزاء سے مل کر بنا ہے اُن سب کو سائنس دانوں نے الگ الگ کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوہا ہے، کچھ کوئلہ، کچھ گندھک، کچھ فاسفورس، کچھ کیلیم، کچھ نمک، چند گیس اور بس ایسی ہی چند اور چیزیں جن کی مجموعی قیمت چند روپوں سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ چیزیں جتنے جتنے وزن کیساتھ آدمی کے جسم میں شامل ہیں، اتنے ہی وزن کے ساتھ لے لیجیے اور جس طرح جی چاہے ملا کر دیکھ لیجیے۔ آدمی کسی ترکیب سے نہ بن سکیگا۔ پھر کس طرح آپ کی عقل یہ مان سکتی ہے کہ ان چند بے جان چیزوں سے دیکھتا، سنتا، بولتا، چلتا پھرتا انسان، وہ انسان جو ہوائی جہاز اور ریڈیو بناتا ہے، کسی کاریگر کی حکمت کے بغیر خود بخود بن جاتا ہے؟

کبھی آپ نے غور کیا کہ ماں کے پیٹ کی چھوٹی سی فیکٹری میں کس طرح آدمی تیار ہوتا ہے؟ باپ کی کارستانی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ ماں کی حکمت کا اس میں کوئی کام نہیں۔ ایک ذرا سی تھیلی میں دو کیڑے جو خوردبین کے بغیر دیکھے تک نہیں جا سکتے، نہ معلوم کب آپس میں مل جاتے ہیں، ماں کے خون ہی سے ان کو غذا پہنچنی شروع ہوتی ہے، وہی لوہا، گندھک، فاسفورس وغیرہ تمام چیزیں، جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، ایک خاص وزن اور خاص نسبت کے ساتھ وہاں جمع ہو کر لوتھڑا بنتی ہیں، پھر اس لوتھڑے میں جہاں آنکھیں بننی چاہییں وہاں آنکھیں بنتی ہیں، جہاں کان بننے چاہییں وہاں کان بنتے ہیں،

جہاں دماغ بننا چاہیے وہاں دماغ بنتا ہے، جہاں دل بننا چاہیے وہاں دل بنتا ہے، ہڈی اپنی جگہ پر، گوشت اپنی جگہ پر، رگیں اپنی جگہ پر، خون اپنی جگہ پر، غرض ایک ایک پرزہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک بیٹھتا ہے، پھر اس میں جان پڑتی ہے، دیکھنے کی طاقت، سننے کی طاقت، چکھنے اور سونگھنے کی طاقت، بولنے کی طاقت، سوچنے اور سمجھنے کی طاقت، اور کتنی ہی بے حد و حساب طاقتیں اس میں بھر جاتی ہیں۔ اس طرح جب انسان مکمل ہو جاتا ہے تو پیٹ کی وہی چھوٹی سی فیکٹری جہاں نو مہینے تک وہ بن رہا تھا خود زور کر کے اسے باہر دھکیل دیتی ہے۔ اور دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ اس فیکٹری میں ایک ہی طریقہ سے لاکھوں انسان روز بنکر نکل رہے ہیں مگر ہر ایک کا نمونہ جدا ہے، شکل جدا، رنگ جدا، آواز جدا، قوتیں اور قابلیتیں جدا، طبیعتیں اور خیالات جدا، اخلاق اور صفات جدا، غرض ایک ہی پیٹ سے نکلے ہوئے دو سگے بھائی تک ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ یہ ایسا کرشمہ ہے جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کرشمے کو دیکھ کر بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ یہ کام کسی زبردست حکمت والے، زبردست قدرت والے، زبردست علم اور بے نظیر کمالات رکھنے والے خدا کے بغیر ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے، یقیناً اس کا دماغ درست نہیں ہے۔ اس کو عقلمند سمجھنا عقل کی توہین کرنا ہے کم از کم میں تو ایسے شخص کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی معقول مسئلہ پر اس سے گفتگو کروں۔

توحید

اچھا اب ذرا اور آگے چلیے۔ آپ میں سے ہر شخص کی عقل اس بات کی گواہی دیگی کہ دنیا میں کوئی کام بھی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کبھی باضابطگی و باقاعدگی سے نہیں چل سکتا جب تک کہ کوئی ایک شخص اس کا ذمہ دار نہ ہو۔ ایک مدرسے کے دو ہیڈ ماسٹر، ایک محکمہ کے دو ڈائرکٹر، ایک فوج کے دو سپہ سالار، ایک سلطنت کے دو رئیس یا بادشاہ کبھی آپ نے سنے ہیں؟ اور اگر کہیں ایسا ہو تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک دن کے لیے بھی انتظام ٹھیک ہو سکتا ہے؟ آپ اپنی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات میں بھی اس کا تجربہ

کرتے ہیں کہ جہاں ایک کام کو ایک سے زیادہ آدمیوں کی ذمہ داری پر چھوڑا جاتا ہے وہاں سخت بد انتظامی ہوتی ہے، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، اور آخر ساجھے کی ہنڈیا ایک دن چوراہے میں پھوٹ کر رہتی ہے۔ انتظام، باقاعدگی، ہمواری اور خوش اسلوبی دنیا میں جہاں بھی آپ دیکھتے ہیں وہاں لازمی طور پر کوئی ایک طاقت کارفرما ہوتی ہے، کوئی ایک ہی وجود بااختیار و اقتدار ہوتا ہے، اور کسی ایک ہی کے ہاتھ میں سررشتۂ کار ہوتا ہے۔ اسکے بغیر انتظام کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔

یہ ایسی سیدھی بات ہے کہ کوئی شخص جو تھوڑی سی عقل بھی رکھتا ہو اسے ماننے میں تامل نہ کریگا اس بات کو ذہن میں رکھ کر ذرا اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈالیے۔ یہ زبردست کائنات جو آپ کے سامنے پھیلی ہوئی ہے، یہ کروروں سیارے جو آپ کو اوپر گردش کرتے نظر آتے ہیں، یہ زمین جس پر آپ رہتے ہیں، یہ چاند جو راتوں کو نکلتا ہے، یہ سورج جو ہر روز طلوع ہوتا ہے، یہ زہرہ، یہ مریخ، یہ عطارد، یہ مشتری، اور یہ دوسرے بے شمار تارے جو گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں، دیکھیے! ان سب کے گھومنے میں کیسی سخت باقاعدگی ہے۔ کبھی رات اپنے وقت سے پہلے آتی ہوئی آپنے دیکھی؟ کبھی دن اپنے وقت سے پہلے نکلا؟ کبھی چاند زمین سے ٹکرایا؟ کبھی سورج اپنا راستہ چھوڑ کر ہٹا؟ کبھی کسی اور ستارے کو آپنے ایک بال برابر بھی اپنی گردش کی راہ سے ہٹتے ہوئے دیکھا یا سنا؟ یہ کرورہا سیارے جن میں سے بعض ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے ہیں اور بعض سورج سے بھی ہزاروں گنے بڑے، یہ سب گھڑی کے پرزوں کی طرح ایک زبردست ضابطہ میں کسے ہوئے ہیں اور ایک بندھے ہوئے حساب کے مطابق اپنی اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ اپنے اپنے مقرر راستہ پر چل رہے ہیں۔ نہ کسی کی رفتار میں ذرہ برابر فرق آتا ہے، نہ کوئی اپنے راستہ سے بال برابر ٹل سکتا ہے۔ ان کے درمیان جو نسبتیں قائم کر دی گئی ہیں، اگر ان میں ایک پل کے لیے ذرا سا فرق بھی آجائے تو سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائے، جسطرح ریلیں ٹکراتی ہیں اس طرح سیارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔

یہ تو آسمان کی باتیں ہیں۔ ذرا اپنی زمین اور خود اپنی ذات پر نظر ڈال کر دیکھیے۔ اس مٹی کی گیند پر یہ سارا زندگی کا کھیل جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب چند بندھے ہوئے ضابطوں کی بدولت قائم ہے۔ زمین کی کشش نے ساری چیزوں کو اپنے حلقے میں باندھ رکھا ہے۔ ایک سکنڈ کے لیے بھی اگر وہ اپنی گرفت چھوڑ دے تو سارا کارخانہ بکھر جائے۔ اس کارخانہ میں جتنے کل پرزے کام کر رہے ہیں سب کے سب ایک قاعدے کے پابند ہیں اور اس قاعدے میں کبھی فرق نہیں آتا۔ ہوا اپنے قاعدے کی پابندی کر رہی ہے، پانی اپنے قاعدے میں بندھا ہوا ہے، روشنی کے لیے جو قاعدہ ہے اسکی وہ مطیع ہے، گرمی اور سردی کے لیے جو ضابطہ ہے اسکی وہ غلام ہے، مٹی، پتھر، دھاتیں، بجلی، اسٹیم، درخت، جانور کسی میں یہ مجال نہیں کہ اپنی حد سے بڑھ جائے یا اپنی خاصیتوں کو بدل دے یا اس کام کو چھوڑ دے جو اسکے سپرد کیا گیا ہے۔

پھر اپنی اپنی حد کے اندر اپنے اپنے ضابطہ کی پابندی کرنے کے ساتھ اس کارخانے کے سارے پرزے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں، اور دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ ساری چیزیں اور ساری قوتیں مل کر کام کر رہی ہیں۔ ایک ذرا سے بیج کی ہی مثال لے لیجیے جس کو آپ زمین میں بوتے ہیں۔ وہ کبھی پرورش پا کر درخت بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ زمین اور آسمان کی ساری قوتیں مل کر اسکی پرورش میں حصہ نہ لیں۔ زمین اپنے خزانوں سے اسکو غذا دیتی ہے، سورج اسکی ضرورت کے مطابق اسے گرمی پہنچاتا ہے، پانی سے جو کچھ وہ مانگتا ہے وہ پانی دیدیتا ہے، ہوا سے جو کچھ وہ طلب کرتا ہے وہ ہوا دیدیتی ہے، راتیں اسے ٹھنڈک اور اوس بہم پہنچاتی ہیں، دن اسے گرما کر پختگی کی طرف لے جاتے ہیں، اس طرح مہینوں اور برسوں تک مسلسل ایک باقاعدگی کے ساتھ یہ سب مل جل کر اسے پالتے پوستے ہیں، تب جا کر کہیں درخت بنتا ہے اور اس میں پھل آتے ہیں۔ آپ کی یہ ساری فصلیں جنکے بل بوتے پر آپ جی رہے ہیں، انہی بے شمار

مختلف قوتوں کے بالاتفاق کام کرنے ہی کی وجہ سے تیار ہوتی ہیں۔ بلکہ آپ خود زندہ اسی وجہ سے ہیں کہ زمین اور آسمان کی تمام طاقتیں متفقہ طور پر آپ کی پرورش میں لگی ہوئی ہیں۔ اگر تنہا ایک ہوا ہی اس متفقہ کاروبار سے الگ ہو جائے تو آپ ختم ہو جائیں۔ اگر پانی ہوا اور گرمی کے ساتھ موافقت کرنے سے انکار کردے تو آپ پر بارش کا ایک قطرہ نہ برس سکے۔ اگر مٹی پانی کے ساتھ اتفاق کرنا چھوڑ دے تو آپ کے باغ سوکھ جائیں، آپکی کھیتیاں کبھی نہ پکیں اور آپ کے مکان کبھی نہ بن سکیں۔ اگر دیا سلائی کی رگڑ سے آگ پیدا ہونے پر راضی نہ ہو تو آپ کے چولھے ٹھنڈے ہو جائیں اور آپکے سارے کارخانے ایک لخت بیٹھ جائیں۔ اگر لوہا آگ کے ساتھ تعلق رکھنے سے انکار کردے تو آپ ریلیں اور موٹریں تو درکنار ایک چھری اور ایک سوئی تک نہ بنا سکیں۔ غرض یہ ساری دنیا جس میں آپ جی رہے ہیں یہ صرف اس وجہ سے قائم ہے کہ اس عظیم الشان سلطنت کے سارے محکمے پوری باقاعدگی کے ساتھ، پوری پابندی کے ساتھ، پورے انتظام کے ساتھ ایک دوسرے سے مل کر کام کر رہے ہیں اور کسی محکمے کے کسی اہل کار کی یہ مجال نہیں ہے کہ اپنی ڈیوٹی سے ہٹ جائے یا ضابطے کے مطابق دوسرے محکموں کے اہل کاروں سے اشتراک عمل نہ کرے۔

یہ جو کچھ میں نے آپ سے بیان کیا ہے، کیا اس میں کوئی بات جھوٹ یا خلاف واقعہ ہے؟ شائد آپ میں سے کوئی بھی اسے جھوٹ نہ کہے گا۔ اچھا، اگر یہ سچ ہے تو مجھے بتایئے کہ یہ زبردست انتظام، یہ حیرت انگیز باقاعدگی، یہ کمال درجہ کی ہمواری، یہ زمین و آسمان کی بے حد و حساب چیزوں اور طاقتوں میں کامل موافقت آخر کس وجہ سے ہے؟ کروڑوں برس سے یہ کائنات یونہی قائم چلی آرہی ہے، لاکھوں سال سے اس زمین پر درخت اُگ رہے ہیں، جانور پیدا ہو رہے ہیں، اور نہ معلوم کب سے انسان اس زمین پر جی رہا ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ چاند زمین پر گر جاتا، یا زمین سورج سے جا ٹکراتی۔ کبھی رات اور دن کے حساب میں فرق نہ آیا۔ کبھی ہوا کے محکمہ کی پانی کے محکمہ سے لڑائی نہ ہوئی۔ کبھی پانی مٹی

سے نہ روٹھا۔ کبھی گرمی نے آگ سے رشتہ نہ توڑا۔ آخر اس سلطنت کے تمام صوبے، تمام محکمے، تمام ہرکارے اور کارندے کیوں اس طرح قانون اور ضابطے کی پابندی کیے چلے جا رہے ہیں؟ کیوں ان میں لڑائی نہیں ہوتی؟ کیوں فساد برپا نہیں ہوتا؟ کس چیز کی وجہ سے یہ سب ایک انتظام میں بندھے ہوئے ہیں؟ اس کا جواب اپنے دل سے پوچھیے۔ کیا وہ گواہی نہیں دیتا کہ ایک ہی خدا اس ساری کائنات کا بادشاہ ہے؟ ایک ہی کا فرمان سب پر چل رہا ہے، ایک ہی ہے جس کی زبردست طاقت نے سب کو اپنے ضابطہ میں باندھ رکھا ہے؟ اگر دس بیس نہیں، دو خدا بھی اس کائنات کے مالک ہوتے تو یہ انتظام اس باقاعدگی کے ساتھ کبھی نہ چل سکتا۔ ایک ذرا سے مدرسے کا انتظام تو دو ہیڈ ماسٹروں کی ہیڈ ماسٹری برداشت نہیں کر سکتا، پھر بھلا اتنی بڑی زمین و آسمان کی سلطنت دو خداؤں کی خدائی میں کیسے چل سکتی تھی؟

پس واقعہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ یہ دنیا کسی بنانے والے کے بغیر نہیں بنی ہے، بلکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ اس کو ایک ہی نے بنایا ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ اس دنیا کا انتظام کسی حاکم کے بغیر نہیں چل رہا ہے، بلکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ حاکم ایک ہی ہے۔ انتظام کی باقاعدگی صاف کہہ رہی ہے کہ یہاں ایک کے سوا کسی کے ہاتھ میں حکومت کے اختیارات نہیں ہیں۔ ضابطہ کی پابندی منہ سے بول رہی ہے کہ اس سلطنت میں ایک حاکم کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ قانون کی سخت گیری شہادت دے رہی ہے کہ ایک بادشاہ کی حکومت زمین سے آسمان تک قائم ہے، چاند سورج اور سیارے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، زمین اپنی تمام چیزوں کے ساتھ اسی کی تابع فرمان ہے، ہوا اسی کی غلام ہے، پانی اسی کا بندہ ہے، دریا اور پہاڑ اسی کے محکوم ہیں، درخت اور جانور اسی کے مطیع ہیں، انسان کا جینا اور مرنا اسی کے اختیار میں ہے، اسکی مضبوط گرفت نے سب کو پوری قوت کے ساتھ جکڑ رکھا ہے اور کوئی اتنا زور نہیں رکھتا کہ اسکی حکومت میں اپنا حکم چلا سکے۔ درحقیقت اس مکمل تنظیم میں ایک سے زیادہ حاکموں کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تنظیم کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ حکم میں ایک شمہ برابر بھی کوئی اس کا حصہ دار نہ ہو، تنہا وہی حاکم ہو اور اس کے سوا

سب محکوم ہوں، کیونکہ کسی دوسرے کے ہاتھ میں فرمانروائی کے ادنیٰ سے اختیارات ہونے کے معنی بھی بد نظمی و فساد کے ہیں۔ حکم چلانے کے لیے صرف طاقت ہی درکار نہیں ہے، علم بھی درکار ہے، اتنی وسیع نظر درکار ہے کہ تمام کائنات کو بیک وقت دیکھ سکے اور اسکی مصلحتوں کو سمجھ کر احکام جاری کر سکے۔ اگر خداوند عالم کے سوا کچھ چھوٹے چھوٹے خدا ایسے ہوتے جو نگاہ جہاں بین تو نہ رکھتے، لیکن انہیں دنیا کے کسی حصے یا کسی معاملہ میں اپنا حکم چلانے کا اختیار حاصل ہوتا تو یہ زمین و آسمان کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ ایک معمولی مشین کے متعلق بھی آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی ایسے شخص کو اس میں دخل اندازی کا اختیار دے دیا جائے جو اس سے پوری طرح واقف نہ ہو تو وہ اسے بگاڑ کر رکھ دیگا۔ لہٰذا عقل یہ فیصلہ کرتی ہے، اور زمین و آسمان کے نظام سلطنت کا انتہائی باضابطگی کے ساتھ چلنا اسکی گواہی دیتا ہے کہ اس سلطنت کے اختیارات شاہی میں ایک خدا کے سوا کسی کا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے۔

یہ صرف ایک واقعہ ہی نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا کی خدائی میں خود خدا کے سوا کسی کا حکم چلنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ جن کو اس نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے، جو اس کے مخلوق ہیں، جنکی ہستی اسکی عنایت سے قائم ہے، جو اس سے بے نیاز ہو کر خود اپنے بل بوتے پر ایک لمحہ کیلیے بھی موجود نہیں رہ سکتے، ان میں سے کسی کی یہ حیثیت کب ہو سکتی ہے کہ خدائی میں اس کا حصہ دار بن جائے؟ کیا کسی نوکر کو آپنے ملکیت میں آقا کا شریک ہوتے دیکھا ہے؟ کیا آپ کی عقل میں یہ بات آتی ہے کہ کوئی مالک اپنے غلام کو اپنا ساجھی بنالے؟ کیا خود آپ میں سے کوئی شخص اپنے ملازموں میں سے کسی کو اپنی جائداد میں یا اپنے اختیارات میں حصہ دار بناتا ہے؟ اس بات پر جب آپ غور کرینگے تو آپ کا دل گواہی دیگا کہ خدا کی اس سلطنت میں کسی بندے کو خود مختارانہ فرمانروائی کا کوئی حق حاصل ہی نہیں ہے۔ ایسا ہونا نہ صرف واقعہ کے خلاف ہے، نہ صرف عقل اور فطرت کے خلاف ہے، بلکہ حق کے خلاف بھی ہے۔

انسان کی تباہی کا اصلی سبب

صاحبو! یہ وہ بنیادی حقیقتیں ہیں جن پر اس دنیا کا پورا نظام چل رہا ہے۔ آپ اس دنیا سے الگ نہیں ہیں، بلکہ اس کے اندر اس کے ایک جزو کی حیثیت سے رہتے ہیں، لہذا آپ کی زندگی کے لیے بھی یہ حقیقتیں اسی طرح بنیادی ہیں جس طرح کل جہان کے لیے ہیں۔

آج یہ سوال آپ میں سے ہر شخص کے لیے اور دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ایک پریشان کن گتھی بنا ہوا ہے کہ آخر ہم انسانوں کی زندگی سے امن چین کیوں رخصت ہو گیا ہے؟ کیوں آئے دن یہ مصیبتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں؟ کیوں ہماری زندگی کی کل بگڑ گئی ہے؟ قومیں قوموں سے ٹکرا رہی ہیں۔ ملک ملک میں کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ آدمی آدمی کے لیے بھیڑیا بن گیا ہے۔ لاکھوں انسان لڑائیوں میں برباد ہو رہے ہیں۔ کروڑوں اور اربوں کے کاروبار غارت ہو رہے ہیں۔ بستیوں کی بستیاں اجڑ رہی ہیں۔ طاقت ور کمزوروں کو کھائے جاتے ہیں۔ مال دار غریبوں کو لوٹے لیتے ہیں۔ حکومت میں ظلم ہے۔ عدالت میں بے انصافی ہے۔ دولت میں بدمستی ہے۔ اقتدار میں غرور ہے۔ دوستی میں بے وفائی ہے۔ امانت میں خیانت ہے۔ اخلاق میں راستی نہیں رہی۔ انسان پر سے انسان کا اعتماد اٹھ گیا۔ مذہب کے جامہ میں لامذہبی ہو رہی ہے۔ آدم کے بچے لاتعداد گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو دغا، ظلم، بے ایمانی، ہر ممکن طریقے سے نقصان پہنچانا کارِ ثواب سمجھ رہا ہے۔ یہ ساری خرابیاں آخر کس وجہ سے ہیں؟ خدا کی خدائی میں اور جس طرف بھی ہم دیکھتے ہیں امن ہی امن نظر آتا ہے۔ ستاروں میں امن ہے، ہوا میں امن ہے۔ پانی میں امن ہے۔ درختوں اور جانوروں میں امن ہے۔ تمام مخلوقات کا انتظام پورے امن کے ساتھ چل رہا ہے۔ کہیں فساد یا بدنظمی کا نشان نہیں پایا جاتا۔ مگر ایک انسان ہی کی زندگی کیوں اس نعمت سے محروم ہو گئی؟

یہ ایک بڑا سوال ہے جسے حل کرنے میں لوگوں کو سخت پریشانی پیش آ رہی ہے۔ مگر میں پورے

اطمینان کے ساتھ اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آدمی نے اپنی زندگی کو حقیقت اور واقعہ کے خلاف بنا دیا ہے اسلیے وہ تکلیف اٹھا رہا ہے اور جب تک وہ پھر اسے حقیقت کے مطابق نہ بنائیگا کبھی چین نہ پا سکیگا۔ آپ چلتی ہوئی ریل کے دروازے کو اپنے گھر کا دروازہ سمجھ بیٹھیں اور اسے کھول کر بے تکلف اس طرح باہر نکل آئیں جیسے اپنے مکان کے صحن میں قدم رکھ رہے ہیں، تو آپ کی اس غلط فہمی سے نہ ریل کا دروازہ گھر کا دروازہ بن جائیگا اور نہ وہ میدان جہاں آپ گرینگے آپ کے گھر کا صحن ثابت ہوگا۔ آپ کے اپنی جگہ کچھ سمجھ بیٹھنے سے حقیقت ذرا بھی نہ بدلیگی۔ تیز دوڑتی ہوئی ریل کے دروازے سے جب آپ باہر تشریف لائینگے تو اس کا جو نتیجہ ظاہر ہونا ہے وہ ظاہر ہو کر ہی رہے گا، خواہ ٹانگ ٹوٹنے اور سر پھٹنے کے بعد بھی آپ یہ تسلیم نہ کریں کہ آپ نے جو کچھ سمجھا تھا غلط تھا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ سمجھ بیٹھیں کہ اس دنیا کا کوئی خدا نہیں ہے، یا آپ خود اپنے خدا بن بیٹھیں، یا خدا کے سوا کسی اور کی خدائی مان لیں، تو آپ کے ایسا سمجھنے یا مان لینے سے حقیقت ہرگز نہ بدلیگی۔ خدا خدا ہی رہے گا۔ اس کی زبردست سلطنت، جس میں آپ محض رعیت کی حیثیت سے رہتے ہیں، پورے اختیارات کے ساتھ اسی کے قبضہ میں رہے گی۔ البتہ آپ اپنی غلط فہمی کی وجہ سے جو طرز زندگی اختیار کرینگے اس کا نہایت برا خمیازہ خود آپ کو بھگتنا پڑے گا، خواہ آپ تکلیفیں اٹھانے کے بعد بھی اپنی اس غلط زندگی کو بجائے خود صحیح ہی سمجھتے رہیں۔

پہلے جو کچھ میں بیان کر چکا ہوں اسے ذرا اپنی یاد میں پھر تازہ کر لیجیے۔ خداوند عالم کسی کے بنانے سے خداوند عالم نہیں بنا ہے۔ وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ آپ اس کی خدائی مانیں تو وہ خدا ہو۔ آپ خواہ مانیں یا نہ مانیں وہ تو خود خدا ہے۔ اسکی خدائی خود اپنے زور پر قائم ہے۔ اس نے آپ کو اور اس دنیا کو خود بنایا ہے۔ یہ زمین، یہ چاند اور سورج اور یہ ساری کائنات اسکے حکم کی تابع ہے۔ اس کائنات میں جتنی قوتیں کام کر رہی ہیں سب اسکے زیر حکم ہیں۔ وہ ساری چیزیں جنکے بل پر آپ

زندہ ہیں، اسکے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ خود آپ کا اپنا وجود اس کے اختیار میں ہے۔ اس واقعہ کو آپ کسی طرح بدل نہیں سکتے۔ آپ اس کو نہ مانیں تب بھی یہ واقعہ ہے۔ آپ اس سے آنکھیں بند کرلیں تب بھی یہ واقعہ ہے۔ آپ اسکے سوا کچھ اور سمجھ بیٹھیں تب بھی یہ واقعہ ہے۔ ان سب صورتوں میں واقعہ کا تو کچھ بھی نہیں بگڑتا، البتہ فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ اس واقعہ کو تسلیم کرکے اپنی وہی حیثیت قبول کریں جو اس واقعہ کے اندر دراصل آپ کی ہے تو آپ کی زندگی درست ہوگی، آپ کو چین ملیگا، امن ملیگا، اطمینان نصیب ہوگا، اور آپ کی زندگی کی ساری کل ٹھیک چلیگی۔ اور اگر آپ نے واقعہ کے خلاف کوئی اور حیثیت اختیار کی تو انجام وہی ہوگا جو چلتی ہوئی ریل کے دروازے کو اپنے گھر کا دروازہ سمجھ کر قدم باہر نکالنے کا ہوتا ہے۔ چوٹ آپ خود کھائینگے۔ ٹانگ آپ کی ٹوٹیگی۔ سر آپ کا پھٹیگا۔ تکلیف آپ کو پہنچیگی۔ واقعہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا۔

آپ سوال کرینگے کہ اس واقعہ کے مطابق ہماری صحیح حیثیت کیا ہے۔ میں چند لفظوں میں اس کی تشریح کردیتا ہوں۔ اگر کسی نوکر کو آپ تنخواہ دیکر پال رہے ہوں تو بتائیے اُس نوکر کی اصلی حیثیت کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ آپ کی نوکری بجالائے، آپ کے حکم کی اطاعت کرے، آپ کی مرضی کے مطابق کام کرے اور نوکری کی حد سے نہ بڑھے۔ نوکر کا کام آخر نوکری کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ آپ اگر افسر ہوں اور کوئی آپ کا ماتحت ہو تو ماتحت کا کام کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ ماتحتی کرے، افسری کی ہوا میں نہ رہے۔ آپ کسی جائداد کے مالک ہوں تو اس جائداد میں آپ کی خواہش کیا ہوگی؟ یہی نا کہ اس میں آپ کی مرضی چلے۔ جو کچھ آپ چاہیں وہی اس میں ہو اور آپ کی مرضی کے خلاف پتہ نہ ہل سکے۔ آپ پر اگر کوئی بادشاہی سلطنت ہو اور تمام قوتیں اس کے ہاتھ میں ہوں تو ایسی بادشاہی کی موجودگی میں آپ کی حیثیت کیا ہوسکتی ہے؟ یہی نا کہ آپ سیدھی طرح رعیت بن کر رہنا قبول کریں اور شاہی قانون کی فرمانبرداری سے قدم باہر نہ نکالیں۔ بادشاہ کی سلطنت کے اندر رہتے ہوئے اگر آپ خود اپنی بادشاہی کا دعویٰ کرینگے، یا کسی دوسرے

کی بادشاہی مان کر اسکے حکم پر چلینگے تو آپ باغی ہونگے اور باغی کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آپ کو معلوم ہی ہے۔

ان مثالوں سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ خدا کی اس سلطنت میں آپکی اصلی حیثیت کیا ہے۔ آپکو اس نے بنایا ہے۔ قدرتی طور پر آپ کا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اپنے بنانے والے کی مرضی پر چلیں۔ آپکو وہ پال رہا ہے اور اسی کے خزانے سے آپ تنخواہ لے رہے ہیں۔ آپکی کوئی حیثیت اسکے سوا نہیں ہے کہ آپ اسکے نوکر ہیں۔ آپکا اور ساری دنیا کا افسر وہ ہے۔ اسکی افسری میں آپ کی حیثیت ماتحتی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہ زمین اور آسمان سب اسکی جائداد ہیں۔ اس جائداد میں اسی کی مرضی چلیگی اور اسی کی چلنی چاہیے۔ آپ کو یہاں اپنی مرضی چلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اپنی مرضی آپ چلانے کی کوشش کرینگے تو منہ کی کھائینگے۔ اس سلطنت میں اسکی بادشاہی اُسکے اپنے زور پر قائم ہے۔ زمین اور آسمان کے سارے محکمے اسکے قبضہ میں ہیں، اور آپ خواہ راضی ہوں یا نہ ہوں، بہر حال خود بخود آپ اس کی رعیت ہیں۔ آپ کی اور کسی انسان کی بھی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کوئی دوسری حیثیت رعیت ہونے کے سوا نہیں ہے۔ اسی کا قانون اس سلطنت میں قانون ہے اور اسی کا حکم حکم ہے۔ رعیت میں سے کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے کہ میں ہز مجسٹی ہوں، یا ہز ہائی نس ہوں، یا ڈکٹیٹر اور مختار کل ہوں۔ نہ کسی شخص یا پارلیمنٹ یا اسمبلی یا کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس سلطنت میں خدا کے بجائے خود اپنا قانون بنائے اور خدا کی رعیت سے کہے کہ ہمارے اس قانون کی پیروی کرو۔ نہ کسی انسانی حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ خدا کے حکم سے بے نیاز ہو کر خدا کے بندوں پر خود اپنا حکم چلائے اور ان سے کہے کہ ہمارے اس حکم کی اطاعت کرو۔ نہ کسی انسان یا انسانوں کے کسی گروہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اصلی بادشاہ کی رعیت بننے کے بجائے بادشاہی کے جھوٹے مدعیوں میں سے کسی کی رعیت بننا قبول کرے، اصلی بادشاہ کے قانون کو چھوڑ کر جھوٹے قانون سازوں کا قانون تسلیم کرے، اور اصلی حکمراں سے منہ موڑ کر جھوٹ موٹ کی ان حکومتوں کا حکم ماننے لگے۔

یہ تمام صورتیں بغاوت کی ہیں۔ بادشاہی کے اختیارات کا دعویٰ کرنا اور ایسے دعوے کو قبول کرنا، دونوں حرکتیں رعیت کے لیے بغاوت کا حکم رکھتی ہیں۔ اور اس بغاوت کی سزا ان دونوں کو ملنی یقینی ہے خواہ جلدی ملے یا دیر میں۔

آپ کی اور ایک ایک انسان کی پیشانی کے بال خدا کی مٹھی میں ہیں۔ جب چاہے پکڑ کر گھسیٹ لے۔ زمین اور آسمان کی اس سلطنت سے بھاگ جانے کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔ آپ اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں لے سکتے۔ مٹی میں مل کر آپ کا ایک ایک ذرہ بھی اگر منتشر ہو جائے، آگ میں جل کر خواہ آپ کی راکھ ہوا میں پھیل جائے، پانی میں بہ کر خواہ آپ مچھلیوں کی غذا بنیں یا سمندر کے پانی میں گھل جائیں، ہر جگہ سے خدا آپ کو پکڑ بلائیگا۔ ہوا اس کی غلام ہے۔ زمین اس کی بندی ہے۔ پانی اور اس کی مچھلیاں سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ ایک اشارے پر سب طرف سے آپ پکڑے ہوئے آجائینگے، اور پھر وہ آپ میں سے ایک ایک کو بلا کر پوچھے گا کہ میری رعیت ہو کر بادشاہی کا دعویٰ کرنے کا حق تمہیں کہاں سے پہنچ گیا تھا؟ میرے ملک میں اپنا حکم چلانے کے اختیارات تم کہاں سے لائے تھے؟ میری سلطنت میں اپنا قانون جاری کرنے والے تم کون تھے؟ میرے بندے ہو کر دوسروں کی بندگی کرنے پر تم کیسے راضی ہو گئے؟ میرے نوکر ہو کر تم نے دوسروں کا حکم مانا، مجھ سے تنخواہ لے کر دوسروں کو ان داتا اور رازق سمجھا، میرے غلام ہو کر دوسروں کی غلامی کی، میری بادشاہی میں رہتے ہوئے دوسروں کی شاہی مانی، دوسروں کے قانون کو قانون سمجھا اور دوسروں کے فرامین کی اطاعت کی۔ یہ بغاوت کس طرح تمہارے لیے جائز ہو گئی تھی؟ فرمائیے، آپ میں سے کس کے پاس اس الزام کا جواب ہے؟ کون سی وکیل صاحب وہاں اپنے قانونی داؤ پیچ سے بچاؤ کی صورت نکال سکیں گے؟ اور کونسی سفارش پر آپ بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ آپ کو اس بغاوت کے جرم کی سزا بھگتنے سے بچا لیگی؟

ظلم کی وجہ

ماجو ایہاں صرف حق ہی کا سوال نہیں ہے۔ یہ سوال بھی ہے کہ خدا کی اس خدائی میں کیا کوئی انسان بادشاہی یا قانون سازی یا حکمرانی کا اہل ہوسکتا ہے؟ جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں ایک معمولی مشین کے متعلق بھی آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اناڑی شخص جو اسکی مشینری سے واقف نہ ہو، اسے چلائیگا تو اسکو بگاڑ دیگا۔ ذرا کسی ناواقف آدمی سے ایک موٹر ہی چلوا کر دیکھ لیجیے۔ ابھی آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس حماقت کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اب خود سوچیے کہ لوہے کی ایک مشین کا حال جب یہ ہے کہ صحیح علم کے بغیر اسکو استعمال نہیں کیا جاسکتا تو انسان جس کے نفسیات انتہا درجہ کے پیچیدہ ہیں، جسکی زندگی کے معاملات بے شمار پہلو رکھتے ہیں اور ہر پہلو میں لاکھوں گتھیاں ہیں، اسکی پیچ در پیچ مشینری کو وہ لوگ کیا چلا سکتے ہیں جو دوسروں کو جاننا اور سمجھنا تو درکنار خود اپنے آپ کو بھی اچھی طرح نہیں جانتے نہیں سمجھتے۔ ایسے اناڑی جب قانون ساز بن بیٹھینگے اور ایسے نادان جب انسانی زندگی کی ڈرائیوری کرنے پر آمادہ ہونگے تو کیا اسکا انجام کسی اناڑی شخص کے موٹر چلانے کے انجام سے کچھ بھی مختلف ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جہاں خدا کے بجائے انسانوں کا بنایا ہوا قانون مانا جارہا ہے اور جہاں خدا کی اطاعت سے بے نیاز ہو کر انسان حکم چلا رہے ہیں اور انسان اُن کا حکم مان رہے ہیں، وہاں کسی جگہ بھی امن نہیں ہے، کسی جگہ بھی آدمی کو چین نصیب نہیں، کسی جگہ بھی انسانی زندگی کی کل سیدھی نہیں چلتی۔ کشت وخون ہو رہے ہیں، ظلم اور بے انصافی ہو رہی ہے، لوٹ کھسوٹ برپا ہے، آدمی کا آدمی خون چوس رہا ہے، انسانوں کے اخلاق تباہ ہو رہے ہیں، صحتیں برباد ہو رہی ہیں، تمام طاقتیں جو خدا نے انسان کو دی تھیں، انسان کے فائدے کے بجائے اسکی تباہی اور بربادی میں صرف ہو رہی ہیں۔ یہ مستقل دوزخ جو اسی دنیا میں انسان نے اپنے لیے آپ اپنے ہاتھوں بنالی ہے اسکی کوئی وجہ اسکے سوا نہیں ہے کہ اس نے بچوں کی طرح شوق میں آکر اُس مشین کو چلانے کی کوشش کی جسکے کل پرزوں سے وہ واقف ہی نہیں۔ اس مشین کو جس نے بنایا ہے وہی اسکے رازوں کو جانتا ہے، وہی اسکی فطرت سے واقفیت رکھتا ہے، اسی کو

ٹھیک ٹھیک معلوم ہے کہ یہ کس طرح صحیح چل سکتی ہے۔ اگر آدمی اپنی حماقت سے باز آجائے اور اپنی جہالت تسلیم کرکے اُس قانون کی پابندی کرنے لگے جو خود اس مشین کے بنانے والے نے مقرر کیا ہے، تب تو جو کچھ بگڑا ہے وہ پھر بن سکتا ہے، ورنہ ان مصیبتوں کا کوئی حل ممکن نہیں ہے۔

بے انصافی کیوں ہے؟

آپ ذرا اور گہری نظر سے دیکھیں تو آپ کو جہالت کے سوا اپنی زندگی کے بگاڑ کی ایک اور وجہ بھی نظر آئیگی۔ ذراسی عقل یہ بات سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ انسان کسی ایک شخص یا ایک خاندان یا ایک قوم کا نام نہیں ہے۔ تمام دنیا کے انسان بہرحال انسان ہیں۔ تمام انسانوں کو جینے کا حق ہے۔ سب اس کے حقدار ہیں کہ انکی ضرورتیں پوری ہوں۔ سب امن کے، انصاف کے، عزت اور شرافت کے مستحق ہیں۔ انسانی خوشحالی اگر کسی چیز کا نام ہے تو وہ کسی ایک شخص یا خاندان یا قوم کی خوشحالی نہیں بلکہ تمام انسانوں کی خوشحالی ہے۔ ورنہ ایک خوشحال ہو اور دس بدحال ہوں تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان خوشحال ہے۔ فلاح اگر کسی چیز کو کہتے ہیں تو وہ تمام انسانوں کی فلاح ہے نہ کہ کسی ایک طبقہ کی یا ایک قوم کی۔ ایک کی فلاح اور دس کی بربادی کو آپ انسانی فلاح نہیں کہہ سکتے۔ اس بات کو اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں تو غور کیجیے کہ انسانی فلاح اور خوشحالی کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک اسکی کوئی صورت اسکے سوا نہیں ہے کہ انسان کی زندگی کے لیے قانون وہ بنائے جسکی نظر میں تمام انسان یکساں ہوں۔ سب کے حقوق انصاف کے ساتھ وہ مقرر کرے جو نہ تو خود اپنی کوئی ذاتی غرض رکھتا ہو اور نہ کسی خاندان یا طبقہ کی یا کسی ملک یا قوم کی اغراض سے وابستہ ہو۔ سب کے سب حکم اُس کا مانیں جو حکم دینے میں نہ اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی کرے، نہ اپنی خواہش نفس کی بناپر حکمرانی کے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھائے اور نہ ایک کا دشمن اور دوسرے کا دوست، ایک کا طرفدار اور دوسرے کا مخالف، ایک کی طرف مائل اور دوسرے سے منحرف ہو۔ صرف اسی صورت میں عدل قائم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح تمام انسانوں، تمام قوموں

تمام طبقوں اور تمام گروہوں کو ان کے جائز حقوق پہنچ سکتے ہیں، اور یہی ایک صورت ہے جس سے
ظلم مٹ سکتا ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا بے لاگ، ایسا غیر جانبدار،
ایسا بے غرض، اور اس قدر انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہو سکتا ہے؟ شائد آپ میں سے کوئی شخص میرے
اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کی جرأت نہ کریگا۔ یہ شان صرف خدا ہی کی ہے۔ کوئی دوسرا اس
شان کا نہیں ہے۔ انسان خواہ کتنے ہی بڑے دل گردے کا ہو، بہرحال وہ اپنی کچھ ذاتی اغراض رکھتا ہے،
کچھ دلچسپیاں رکھتا ہے، کسی سے اس کا تعلق زیادہ ہے اور کسی سے کم، کسی سے محبت ہے اور کسی سے
نہیں ہے، کسی سے اس کو وابستگی ہے اور کسی سے نہیں ہے۔ ان کمزوریوں سے کوئی انسان پاک نہیں
ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں خدا کے بجائے انسانوں کا قانون مانا جاتا ہے اور خدا کے بجائے انسانوں کے
حکم کی اطاعت کی جاتی ہے وہاں کسی نہ کسی صورت میں ظلم اور بے انصافی ضرور موجود ہے۔

اِن شاہی خاندانوں کو دیکھیے جو زبردستی اپنی طاقت کے بل بوتے پر امتیازی حیثیت حاصل
کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے لیے وہ عزت، وہ ٹھاٹھ، وہ آمدنی، وہ حقوق اور وہ اختیارات مخصوص
کر لیے ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں ہیں۔ یہ قانون سے بالاتر ہیں۔ ان کے خلاف کوئی دعویٰ نہیں
کیا جا سکتا۔ یہ چاہے کچھ کریں، ان کے مقابلہ میں کوئی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ کوئی عدالت ان کے
نام سمن نہیں بھیج سکتی۔ دنیا دیکھتی ہے کہ یہ غلطیاں کرتے ہیں، مگر کہا یہ جاتا ہے اور ماننے والے مان بھی
لیتے ہیں کہ بادشاہ غلطی سے پاک ہے۔ دنیا دیکھتی ہے کہ یہ معمولی انسان ہیں جیسے اور سب انسان ہوتے
ہیں، مگر یہ خدا بن کر سب سے اونچے بیٹھتے ہیں اور لوگ اِن کے سامنے یوں ہاتھ باندھے، سر جھکائے،
ڈرے، سہمے کھڑے ہوتے ہیں گویا اُن کا رزق، اُن کی زندگی، اُن کی موت سب اِن کے ہاتھ میں ہے۔
یہ رعایا کا پیسہ اچھے اور برے ہر طریقے سے گھسیٹتے ہیں اور اسے اپنے محلوں پر، اپنی سواریوں پر، اپنے
عیش و آرام اور اپنی تفریحوں پر بے دریغ لٹاتے ہیں۔ اِن کے کتوں کو وہ روٹی ملتی ہے جو کما کر دینے

والی رعایا کو نصیب نہیں ہوتی۔ کیا یہ انصاف ہے؟ کیا یہ طریقہ کسی ایسے عادل کا مقرر کیا ہوا ہو سکتا ہے جسکی نگاہ میں سب انسانوں کے حقوق اور مفاد یکساں ہوں؟

اِن برہمنوں اور پیروں کو دیکھیے، اِن نوابوں اور رئیسوں کو دیکھیے، اِن جاگیرداروں اور زمینداروں کو دیکھیے، اِن ساہوکاروں اور مہاجنوں کو دیکھیے۔ یہ سب طبقے اپنے آپ کو عام انسانوں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ اِن کے زور و اثر سے جتنے قوانین دنیا میں بنے ہیں وہ انہیں ایسے حقوق دیتے ہیں جو عام انسانوں کو نہیں دیے گئے۔ یہ پاک ہیں اور دوسرے ناپاک۔ یہ شریف ہیں اور دوسرے کمین۔ یہ اونچے ہیں اور دوسرے نیچے۔ یہ لوٹنے کے لیے ہیں اور دوسرے لُٹنے کے لیے۔ اِن کے نفس کی خواہشوں پر لوگوں کی جان، مال، عزت، آبرو ہر ایک چیز قربان کر دی جاتی ہے۔ کیا یہ ضابطے کسی منصف کے بنائے ہوئے ہو سکتے ہیں؟ کیا ان میں صریح طور پر خود غرضی اور جانبداری نظر نہیں آتی؟

اِن حاکم قوموں کو دیکھیے جو اپنی طاقت کے بل پر دوسری قوموں کو غلام بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا کونسا قانون اور کونسا ضابطہ ایسا ہے جس میں خود غرضی شامل نہیں ہے۔ یہ اپنے آپ کو انسان اعلیٰ کہتے ہیں بلکہ درحقیقت صرف اپنے ہی کو انسان سمجھتے ہیں۔ اِن کے نزدیک کمزور قوموں کے لوگ یا تو انسان ہی نہیں ہیں یا اگر ہیں تو ادنیٰ درجہ کے ہیں۔ یہ ہر حیثیت سے اپنے آپ کو دوسروں سے اونچا ہی رکھتے ہیں اور اپنی اغراض پر دوسروں کے مفاد کو قربان کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اِن کے زور و اثر سے جتنے قوانین اور ضوابط دنیا میں بنے ہیں ان سب میں یہ رنگ موجود ہے۔

یہ چند مثالیں میں نے محض اشارے کے طور پر دی ہیں۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ میں صرف یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں جہاں بھی انسان نے قانون بنایا ہے وہاں بے انصافی ضرور ہوئی ہے، کچھ انسانوں کو ان کے جائز حقوق سے بہت زیادہ دیا گیا ہے اور کچھ انسانوں کے حقوق نہ صرف پامال کیے گئے ہیں بلکہ انہیں انسانیت کے درجہ سے گرا دینے میں بھی تامل نہیں کیا گیا۔

اسکی وجہ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے دل و دماغ پر اپنی ذات یا اپنے خاندان، یا اپنی نسل، یا اپنے طبقے یا اپنی قوم ہی کے مفاد کا خیال مسلط ہوتا ہے۔ دوسروں کے حقوق اور مفاد کے لیے اسکے پاس وہ ہمدردی کی نظر نہیں ہوتی جو اپنوں کے لیے ہوتی ہے۔ مجھے بتلائیے، کیا اس بے انصافی کا کوئی علاج اسکے سوا ممکن ہے کہ تمام انسانی قوانین کو دریا برد کر دیا جائے؟ اور اُس خدا کے قانون کو ہم سب تسلیم کرلیں جسکی نگاہ میں ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں، فرق اگر ہے تو صرف اُس کے اخلاق، اُسکے اعمال اور اُسکے اوصاف Merits کے لحاظ سے ہے نہ کہ نسل یا طبقہ یا قومیت کے لحاظ سے؟

امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے

صاحبو! اس معاملہ کا ایک اور پہلو بھی ہے جسے میں نظر انداز نہیں کرسکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ آدمی کو قابو میں رکھنے والی چیز صرف ذمہ داری کا احساس ہی ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ جو چاہے کرے کوئی اس سے جواب طلب کرنے والا نہیں ہے اور نہ اسکے اوپر کوئی ایسی طاقت ہے جو اسے سزا دے سکے، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ شتر بے مہار بن جائیگا۔ یہ بات جس طرح ایک شخص کے معاملہ میں صحیح ہے اسی طرح ایک خاندان، ایک طبقہ، ایک قوم اور تمام دنیا کے انسانوں کے معاملہ میں بھی صحیح ہے۔ ایک خاندان بھی جب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس سے کوئی جواب طلب نہیں کرسکتا تو وہ قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ بھی جب ذمہ داری اور جواب دہی سے بے خوف ہو جاتا ہے تو دوسروں پر ظلم ڈھانے میں اسے کوئی تامل نہیں ہوتا۔ ایک قوم یا ایک سلطنت بھی جب اپنے آپ کو اتنا طاقتور پاتی ہے کہ اس کو اپنی زیادتی کے کسی برے نتیجے کا خوف نہیں ہوتا تو وہ جنگل کے بھیڑیے کی طرح کمزور بکریوں کو پھاڑنا اور کھانا شروع کر دیتی ہے۔ دنیا میں جتنی بدامنی پائی جاتی ہے اسکی ایک بڑی وجہ یہی ہے۔ جب تک انسان اپنے سے بالاتر کسی اقتدار کو تسلیم نہ کرے، اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ مجھ سے اوپر کوئی ایسا ہے جس کو

مجھے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور جس کے ہاتھ میں اتنی طاقت ہے کہ مجھے سزا دے سکتا ہے، اس وقت تک یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ظلم کا دروازہ بند ہو اور صحیح امن قائم ہو سکے۔

اب مجھے بتائیے کہ ایسی طاقت سوائے خداوند عالم کے اور کونسی ہو سکتی ہے؟ خود انسانوں میں سے تو کوئی ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ جس انسان یا جس انسانی گروہ کو بھی آپ یہ حیثیت دینگے خود اس کے شتر بے مہار ہو جانے کا امکان ہے، خود اس سے اندیشہ ہے کہ تمام فرعونوں کا ایک فرعون وہ ہو جائیگا اور خود اس سے یہ خطرہ ہے کہ خود غرضی اور جانبداری سے کام لیکر وہ بعض انسانوں کو گرائیگا اور بعض کو اٹھائیگا۔ یورپ نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مجلس اقوام بنائی تھی۔ مگر بہت جلدی وہ سفید رنگ والی قوموں کی مجلس بن کر رہ گئی اور اس نے چند طاقتور سلطنتوں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر کمزور قوموں کے ساتھ بے انصافی شروع کر دی۔ اس تجربہ کے بعد اس امر میں شک باقی نہیں رہ سکتا کہ خود انسانوں کے اندر سے کوئی ایسی طاقت برآمد ہونی ناممکن ہے جس کی بازپرس کا خوف فرداً فرداً ایک ایک شخص سے لیکر دنیا کی قوموں اور سلطنتوں تک کو قابو میں رکھ سکتا ہو۔ ایسی طاقت لامحالہ انسانی دائرے سے باہر اور اس سے اوپر ہی ہونی چاہیے، اور وہ صرف خداوند عالم ہی کی طاقت ہو سکتی ہے۔ ہم اگر اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ خدا پر ایمان لائیں، اسکی حکومت کے آگے اپنے آپ کو فرمانبردار رعیت کی طرح سپرد کر دیں، اور اس یقین کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کریں کہ وہ بادشاہ ہمارے کھلے اور چھپے سب کاموں کو جانتا ہے اور ایک دن ہمیں اس کی عدالت میں اپنی پوری زندگی کے کارنامے کا حساب دینا ہے۔ ہمارے شریف اور پرامن انسان بننے کی بس یہی ایک صورت ہے۔

ایک شبہ

اب میں اپنے خطبہ کو ختم کرنے سے پہلے ایک شبہ کو صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو غالباً

آپ میں سے ہر ایک کے دل میں پیدا ہو رہا ہوگا۔ آپ سوچ رہے ہونگے کہ جب خدا کی حکومت اتنی زبردست ہے کہ خاک کے ایک ذرہ سے لیکر چاند اور سورج تک ہر چیز اسکے قابو میں ہے، اور جب انسان اس کی حکومت میں محض ایک رعیت کی حیثیت رکھتا ہے تو آخر یہ ممکن کس طرح ہوا کہ انسان اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کرے اور خود اپنی بادشاہی کا اعلان کرکے اسکی رعیت پر اپنا قانون چلائے؟ کیوں نہیں خدا اس کا ہاتھ پکڑ لیتا اور کیوں اسے سزا نہیں دیتا؟ اس سوال کا جواب میں چند مختصر الفاظ میں دونگا۔

اصل یہ ہے کہ خدا کی حکومت میں انسان کی حیثیت قریب قریب ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ کسی شخص کو اپنے ملک کے کسی ضلع کا افسر بنا کر بھیجتا ہے۔ ملک بادشاہ ہی کا ہوتا ہے۔ رعیت بھی اسی کی ہوتی ہے۔ ریل، ٹیلیفون، تار، فوج اور دوسری تمام طاقتیں بادشاہ ہی کے ہاتھ میں رہتی ہیں، اور بادشاہ کی سلطنت اس ضلع پر چاروں طرف سے اس طرح چھائی ہوئی ہوتی ہے کہ اس چھوٹے سے ضلع کا افسر اس کے مقابلہ میں بالکل عاجز ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ چاہے تو اس کو پوری طرح مجبور کر سکتا ہے کہ اسکے حکم سے بال برابر منہ نہ موڑ سکے۔ لیکن بادشاہ اس افسر کی عقل کا، اس کے ظرف کا اور اس کی لیاقت کا امتحان لینا چاہتا ہے، اسلیے وہ اس پر سے اپنی گرفت اتنی ڈھیلی کر دیتا ہے کہ اسے اپنے اوپر کوئی بالاتر اقتدار محسوس نہیں ہوتا۔ اب اگر وہ افسر عقلمند، نمک حلال، فرض شناس اور وفادار ہے تو اس ڈھیلی گرفت کے باوجود وہ اپنے آپ کو رعیت اور ملازم ہی سمجھتا رہتا ہے، بادشاہ کے ملک میں اسی کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے، اور جو اختیارات بادشاہ نے اسے دیے ہیں انہیں خود بادشاہ کی مرضی کے موافق استعمال کرتا ہے۔ اس وفادارانہ طرز عمل سے اسکی اہلیت ثابت ہو جاتی ہے اور بادشاہ اسے زیادہ بلند مرتبوں کے قابل پاکر ترقیوں پر ترقیاں دیتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ افسر بے وقوف، نمک حرام اور شریر ہو اور رعیت کے وہ لوگ جو اس ضلع میں رہتے ہیں، جاہل اور نادان ہوں، تو اپنے اوپر سلطنت کی گرفت ڈھیلی پاکر وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے، اسکے

دماغ میں خود مختاری کی ہوا بھر جاتی ہے، وہ خود اپنے آپ کو ضلع کا مالک سمجھ کر خود سرانہ حکومت کرنے لگتا ہے اور جاہل رعیت کے لوگ محض یہ دیکھ کر اسکی خود مختارانہ حکومت تسلیم کر لیتے ہیں کہ تنخواہ یہ دیتا ہے، پولیس اسکے پاس ہے، عدالتیں اسکے ہاتھ میں ہیں، جیل کی ہتھکڑیاں اور پھانسی کے تختے اسکے قبضہ میں ہیں، اور ہماری قسمت کو بنانے یا بگاڑنے کے اختیارات یہ رکھتا ہے۔ بادشاہ اس اندھی رعیت اور اس باغی افسر دونوں کے طرزِ عمل کو دیکھتا رہتا ہے۔ چاہے تو فوراً پکڑ لے اور ایسی سزا دے کہ ہوش ٹھکانے نہ رہیں۔ مگر وہ ان دونوں کی پوری آزمائش کرنا چاہتا ہے، اسلیے وہ نہایت تحمل اور بردباری کے ساتھ انہیں ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے تاکہ جتنی نالائقیاں ان کے اندر بھری ہوئی ہیں، پوری طرح ظاہر ہو جائیں۔ اسکی طاقت اتنی زبردست ہے کہ اسے اس بات کا کوئی خوف ہی نہیں ہے کہ یہ افسر کبھی زور پکڑ کر اس کا تخت چھین لیگا۔ اسے اس بات کا بھی کوئی اندیشہ نہیں کہ یہ باغی اور نمک حرام لوگ اسکی گرفت سے نکل کر کہیں بھاگ جائینگے اسلیے اسے جلد بازی کے ساتھ فیصلہ کر دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ سالہا سال بلکہ صدیوں تک ڈھیل دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اپنی پوری خباثت کا اظہار کر چکتے ہیں اور کوئی کسر اسکے اظہار میں باقی نہیں رہتی تب وہ ایک روز اپنا عذاب ان پر بھیجتا ہے اور وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ کوئی تدبیر اس وقت انہیں اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

صاحبو! میں اور آپ اور خدا کے بنائے ہوئے یہ افسر، سب کے سب اِسی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ ہماری عقل کا، ہمارے ظرف کا، ہماری فرض شناسی کا، ہماری وفاداری کا سخت امتحان ہو رہا ہے۔ اب ہم میں سے ہر شخص کو خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنے اصلی بادشاہ کا نمک حلال افسر یا رعیت بننا پسند کرتا ہے یا نمک حرام۔ میں نے اپنی جگہ نمک حلالی کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں ہر اس شخص سے باغی ہوں جو خدا سے باغی ہے۔ آپ اپنے فیصلے میں مختار ہیں، چاہے یہ راستہ اختیار کریں یا وہ۔ ایک طرف وہ نقصانات اور وہ فائدے ہیں جو خدا کے یہ باغی ملازم پہنچا سکتے ہیں، اور دوسری طرف وہ نقصانات اور وہ فائدے ہیں جو خود خدا پہنچا سکتا ہے۔ دونوں میں سے جسکو آپ انتخاب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔